امام احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کے فنِ حدیث پر افادات کا ایک جامع تجزیاتی مطالعہ

A comprehensive analytical study of contribution of Imam Ahmed Raza Khan to Hadith Sciences

Hafiz Hamid Raza
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat
Email: razahamid07@gmail.com
Dr.Muhammad Hasib
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat
Email: Dr.mhasib@uog.edu.pk

Abstract
The Muslims are agreed that the Sunnah of the Prophet Muhammad (sw) is the second of the two revealed fundamental sources of Islam, after the glorious Quran.The authentic Sunnah is contained within the vast body of Hadith literature. A Hadith is composed of two parts: The Matn (text) and the Isnad (chain of reporters). A text may seem to be logical and reasonable but it needs an authentic Isnad with reliable reporters to be acceptable; one of the illustrious teachers of Imam al-Bukhari, said: " الاسناد من الدین، ولو الاسناد لقال من شاء ما شاء" The Isnad is part of the religion; had it not been for the Isnad, whoever wished to would have said whatever he liked. As time passed, more reports were involved in each Isnad, and so the situation demanded strickt discipline in the acceptance of hadith; the rules regulating this discipline are known as Mustalah al-Hadith (the classification of Hadith). There is very little of what i can say about the sciences that the extraordinary personality Imam Ahmed Raza Khan had aquired. It is sufficient to know that his knowledge,Taqwa and level of mastery were acknowledged by the masters themselves; The renowned jurists, masters of Hadith and scholars of traditional Islamic Sciences from the two Holy sanctuaries and the subcontinent. His works in the Hadith area, Imam Ahmed Raza khan has written a huge amount on inference of rulings from Hadith proof texts 'Fiqh al-Hadith', legal Hanafi methodology and authentic Hadith, principles of Hadith 'usul al-hadith' and biographies of men 'Asma al-Rijal' .Imam Ahemd Raza Khan had strong knowledge of Fiqh al-Hadith. His works such as 'Hajiz al-Bahrain' and 'Al-Fadhl al-Mawhabi' shed light on his Manhaj in conciliating contradictory texts and lifting the conflict of narrations, as if there was no contradiction in the first place.His mastry can be identified by the fact that when he wrote a Hadith, it would seem that all of its channels of transmission, narrators and sources were infront of his eyes.Whenever we read the works of Imam Ahmed Raza Khan, we can find five things in them regarding Hadith, like relevancy to the issue, provided vast Hadith textual collection, accuracy in Hadith terminology, criticism of narrators and had a great deal of conciliation between mutually contradictory Hadith narrations. He is the one who introduced a new form of Hadith called (Fiqh ul Hadith).He left a great treasure of Hadith knowledge for the reader.
Keywords: Hadith, Isnad, Imam Ahmed Raza, Manhaj, Fiqhul Hadith, Asmaul Rijal, Jarh o Tadil

تجدید واحیائے دین کا عظیم الشان کام اس وقت تک ایک عالمِ دین کے لئے مشکل اور دشوار ہے جب تک اسے کتابِ الٰہی کے علاوہ حدیث و سنت مطہرہ پر بھی مکمل عبور نہ ہو۔ علم حدیث اپنے تنوع کے اعتبار سے نہائیت وسیع علم ہے۔ تدریبُ الراوی میں امام سیوطیؒ نے تقریباً سو علوم شمار کرائے ہیں، علم حدیث میں ان علوم سے واسطہ بہت ضروری ہے۔لہٰذا علم حدیث کا جامع اور اس علم میں درجۂ کمال کو پہنچنے کیلئے ان تمام علوم پر مہارت تامہ حاصل کرنا ضروری ہے۔جب ہم اعلیحضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلویؒ کی ہمہ جہت شخصیت اور اُنکی تصانیفِ عالیہ کو دیکھتے ہیں تو طرقِ حدیث، فنِ حدیث، عللِ حدیث اور اسماء الرجال وغیرہ میں بھی وہ انتہائی منزلِ کمال پر نظر آتے ہیں۔ فنِ حدیث میں اُن کی جو خدمات ہیں اِن سے اُنکی علم حدیث میں بصیرت و وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔حدیث کی صحت و عدم صحت، ضعف و سقم، حدیث کی معرفت، حسن وغیرہ جُملہ علومِ حدیث میں اُن کو جو مہارتِ تامہ حاصل تھیں وہ بہت دور تک نظر نہیں آتی ہے۔اور یہ چیزیں اُن کی کتب ورسائل میں مختلف انداز میں ہیں کہیں مستقلاً تفصیل کے ساتھ اور کہیں اختصار کے ساتھ ضمناً۔ بعض علومِ حدیث میں آپؒ کی مہارت حدِ ایجاد تک پہنچی ہُوئی ہے، آپؒ کا ایک رسالہ اس بات پر دال ہے

"الروضُ البهيج فى آدابِ التخريج"

مولانا رحمٰن علی صاحب ممبر کونسل آف ریواں مدھیہ پردیش لکھتے ہیں:

اگر پیش ازیں کتابے دریں فن نیافته شود

پس مصنف را موجد تصنیف هذا می تواں گفت

یعنی اگر فنِ تخریج حدیث میں اور کوئی کتاب نہ ہو تو مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہا جاسکتا ہے۔

اصولِ حدیث کے فن میں آپؒ کا تحقیقی معیار دیکھتے ہوئے مولانا آل مصطفٰے مصباحی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ امام احمد رضا خانؒ نے اصولِ حدیث کو پیش آنے والے مسائل سے ہم آہنگ بھی کیا اور ساتھ ہی اپنی ذاتی تحقیق و تفتیش کے جلوے بھی دکھائے۔ اصولِ حدیث میں آپؒ کا رسالہ "منیر العین فی حکمِ تقبیل الابہامین" بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح امام احمد رضا خاںؒ کا اصولِ حدیث سے متعلق ایک فن فنِ اسماءُالرجال میں بھی مولانا کا معیارِ تحقیق بہت بلند تھا۔ اس عظیم اور دقیق فنِ اسماءُالرّجال سے متعلق جتنے بھی علوم وفنون ہیں اُن سب پر آپؒ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ امام احمد رضا خاںؒ کی تصانیف میں جہاں احادیث مبارکہ کا بحرِ ذخار ملتا ہے وہاں معرفتِ حدیث، طرقِ حدیث اور عللِ حدیث پر بھی شاندار بحثیں ملتی ہیں، جن سے حدیث کے صحیح و ضعیف، حسن و موضوع، معلول و منکر وغیرہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ متن کے ساتھ ساتھ سندِ حدیث پر بھی جا بجا بحثیں ملتی ہیں اور راویوں کے احوال و آثار اور اُن کی ثقاہت کی معرفت کا بھی پتہ چلتا ہے امام احمد رضاؒ راوی کی حیثیت پر بھی بحث

کرتے ہیں جو کہ قبولِ روایتِ حدیث میں اہمیت کی حامل ہے۔ حدیثِ ضعیف کے قبول ورد پر علمِ اصولِ حدیث کے قواعد کی روشنی میں جامع اور مفصل کلام کیا۔ آپؒ کے عظیم فتاوٰی بنام العطایا النبویہ فی الفتاوٰی الرضویہ میں انگوٹھے چومنے پر رسالہ ہے جو دو سو صفحات پر مشتمل ہے، اس رسالہ میں آپؒ نے روایتی انداز سے ہٹ کر تقریباً اصولِ حدیث سے متعلق تیس افادات اور بارہ فائدوں کو بیان کیا ہے اور ہر فائدے میں ایک اصولِ حدیث ذکر کرنے کے بعد اُس کے اِثبات میں دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔ حدیثِ ضعیف کے قبول ورد پر علمِ اصولِ حدیث کے قواعد کی روشنی میں ایسا جامع اور مفصل کلام کیا اور کہیں کہیں حدیث و معرفتِ حدیث اور مبادئ حدیث پر ایسی نفیس اور شاندار بحثیں کیں کہ اگر اِن اَبحاث کو امام بُخاریؒ اور امام مُسلمؒ بھی دیکھتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ آپ کے شاگرد ملکُ العُلماء علاّمہ ظفر الدین بہاریؒ نے اپنی کتاب صحیح البہاری میں کم از کم دس ہزار احادیث کو وارد کیا ہے۔ یقیناً فنِ حدیث میں اُن کی جو خدمات جلیلہ ہیں، اِن سے اُن کی علمِ حدیث میں بصیرت و وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد حنیف خان رضویؒ نے اعلیٰ حضرتؒ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ساڑھے چار ہزار احادیث یکجا کر کے ایک عظیم کتاب جامعُ الاحادیث کے نام سے شائع کیا ہے۔ فجزاءُ اللہِ احسنَ الجزاء۔

اِفادات وفوائد:

حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اور حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔[1]

ابنِ جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اُس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔[2]

لفظ لایثبت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث موضوع ہے۔[3]

سند کا منقطع ہونا مستلزم بالوضع نہیں۔[4]

ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک انقطاع سے صحت وحجیت میں کچھ خلل نہیں آتا۔[5]

حدیث مضطرب بلکہ منکر ومدرج بھی موضوع نہیں، یہاں تک کہ فضائل میں مقبول ہیں۔[6]

ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے۔[7]

منکر اور متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔[8]

اگر راوی میں طعن ہو تو راوی میں طعن کے اعتبار سے "منکر اور متروک" خبرِ مردود کی اقسام ہیں)(

خبرِ مردود وہ کہ جس کے مخبر کا صدق راجح نہ ہو، اور اس کا حکم یہ ہے کہ خبرِ مردود قابلِ استدلال نہیں ہوتی لہٰذا اسے بطورِ حجت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف سند کے اعتبار سے ہے نہ کے اصلِ حدیث کے اعتبار سے۔[9]

تعددِ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔[10]

حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔[11]

حدیث ضعیف اہلِ علم کے عمل کر لینے سے قوی ہو جاتی ہے۔[12]

حدیث "أصحابی کنجومٍ فبأ یھم اِقتدیتم اِھتدیتُم" میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہلِ کشف کے نزدیک صحیح ہے۔[13]

محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرُسل، منقطع، معلّق، معضل کہتے ہیں، فقہاء اور اُصولیین کی اِصطلاح میں اِن سب کو مرسَل کہتے ہیں۔[14]

لا اَصلَ لَھَا مقتضیِ کراہت نہیں۔[15]

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل وموضوع۔[16]

علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعفِ رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہ دینا ظلم وجزاف ہے۔[17]

چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کر دیتا ہے نہ اُس کی حدیث کو مردود۔ نہ وہ کہتے ہیں جو بالکل پاک صاف گزر گئے ہیں، یہ ہیں تمام محدثین کے امام لآئمہ سفین بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی۔[18]

حدیث معلول کیلئے ضعفِ راوی ضروری نہیں۔[19]

مرسل حدیث ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔[20]

ضعیف ومتروک میں زمین وآسمان کا فرق ہے کہ ضعیف کی حدیث معتبر ومکتوب اور متابعت وشواہد میں مقبول ہے بخلاف متروک کے۔[21]

حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنیٰ نہیں کہ غلط ہے۔[22]

بخاری ومسلم کے تیس سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاحِ قدما پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا ہے۔[23]

حدیث حسن احکامِ حلال وحرام میں حجت ہوتی ہے۔[24]

کتب صحاحِ ستہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح نہیں تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے۔[25]

حدیث موضوع بالاجماع نا قابلِ انجبار، نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائقِ اعتبار۔[26]

حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو۔[27]

حدیث ضعیف پر عمل کیلئے خاص اس فعل میں حدیثِ صحیح کا آنا ضروری نہیں۔[28]

(حدیثِ ضعیف کہ جس میں صحیح اور حسن کی بعض یا تمام شرائط مفقود ہوں، ضعف راوی کیوجہ سے ہوتا ہے نہ کہ متن میں جبکہ اس کا ثبوت نبی ﷺ سے مل جائے)۔

مسلم و بخاری میں بھی ضعفاء کی روایات موجود ہیں۔[29]

دار قطنی احادیثِ شاذہ معللہ سے پُر ہے۔[30]

کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف ہی کو مستلزم نہیں۔[31]

ابنِ جوزی نے صحاحِ ستہ اور مسندِ امام احمد کی چوراسی احادیث کو موضوع کہا۔[32]

حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی ممانعت نہیں۔[33]

عمل بموضوع اور عمل بمافی الموضوع میں فرقِ عظیم۔[34]

مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے۔[35]

فضائل اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں نہ صرف ثوابِ اعمال۔[36]

بالفرض کتب حدیث میں اصلاً پتہ نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث بعض کلماتِ علماء میں بلاسند مذکور ہونا کافی ہے۔[37]

اعمال مشائخ محتاجِ سند نہیں، اعمال میں تصرف اور ایجادِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔[38]

(رسالہ "مقال عرفاء باعزاز شرع علماء" اور رسالہ "انھار الانوار من یم صلوۃ الاسرار" اس سلسلہ میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں)۔

مشاجرات صحابہ میں سیر و تاریخ کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔[39]

ہمارے امامِ اعظمؒ جس سے روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہو گی۔[40]

افادۂ عام (جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادحِ صحت و مانع حجیت بھی ہے یا نہیں۔[41]

جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔[42]

تعددِ طرق سے مبہم کا جبرِ نقصان ہوتا ہے۔[43]

حدیثِ مبہم دوسری حدیث کیلئے مقوی ہو سکتی ہے۔[44]

تعددِ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف ملکر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں بلکہ اگر ضعیف غایتِ شدت و قوت پر نہ ہو تو جبرِ نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثلِ صحیح خود احکامِ حلال میں حجت ہو جاتی ہے۔[45]

اعلیٰ حضرتؒ استقبات علی الموضوعات کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ نہ صرف ضعیفِ محض بلکہ منکر بھی فضائلِ اعمال میں مقبول ہے۔[46]

امام بخاری کو ایک لاکھ احادیثِ صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔[47]

(**نوٹ:** غالبا 1080 اساتذہ کرام سے عظیم علمی فیض حاصل کرنے کے بعد آپؒ نے چھ لاکھ احادیث میں سے چھانٹ کر صحیح بخاری کو تین دفعہ ایک دفعہ حرمِ پاک دوسری دفعہ مسجدِ نبوی اور تیسری دفعہ منبر و محرابِ نبوی ﷺ میں بیٹھ کر غالبا 16 سال کے عرصہ میں تالیف فرمایا)

حدیث ضعیف سے استحباب ثابت ہوتا ہے سنیت نہیں۔[48]

راوی کی تعریف وستائش روایت کی تعریف وستائش نہیں اور راوی کا فی نفسہٖ صادق ہونا، حدیث میں اس کے ضعیف ہونے کے منافی نہیں۔[49]

اسبابِ طعن دس ہیں۔ ا۔ کذب ۲۔ تہمت ۳۔ کثرتِ غلط ۴۔ غفلت ۵۔ فسق ۶۔ وہم ۷۔ مخالفتِ ثقات ۸۔ جہالت ۹۔ بدعت ۱۰۔ سوءِ حفظ۔[50]

مجہول کی تین قسمیں ہیں ا۔ مستور: جس کی عدالتِ ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں۔ ۲۔ مجہول العین: جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔ ۳۔ مجہول الحال: جس کی عدالتِ ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں قسمِ اول یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظمؒ کا ہے اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورث ضعف مانتے ہیں۔[51]

حدیث ضعیف: حِلیہ میں فرمایا کہ جب حدیثِ ضعیف بالاجماع فضائل میں مقبول ہے تو اباحت میں بدرجہ اَولی ہے۔[52]

حدیث حسن: کسی مقصد کا ثبوت حدیث صحیح پر موقوف نہیں بلکہ حدیث صحیح کی طرح حسن سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔[53]

صحیح اور موضوع دونوں ابتداء اور انتہا کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح سب سے بدتر موضوع، اور وسط میں بہت اقسامِ حدیث ہیں درجہ بدرجہ (حدیث کے مراتب اور ان کے احکام) مرتبہ صحیح کے بعد حسن لذاتہٖ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعفِ قریب اس حد تک صلاحیتِ اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاطِ راوی

یا سُوءِ حفظ یا تدلیس وغیرہا، اول کے تین بلکہ چاروں قسموں کو ایک مذہب پر اسمِ ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح یہ متابعات وشواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اس وقت وہ صلاحیتِ احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے۔[54]

اَحکامِ موضوع روایات:

موضوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے؟ غرض یہ کہ ایسے وجوہ سے حکمِ وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا

مضمون (1) قرآنِ عظیم (2) سنتِ متواترہ (3) یا اِجماعِ قطعی قطعیات الدلالۃ (4) یا عقلِ صریح (5) یا حسنِ صحیح (6) یا تاریخِ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ اِحتمالِ تاویل و تطبیق نہ رہے۔ (7) یا معنی، شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پر نور ﷺ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدحِ باطل یا ذمِ حق پر مشتمل ہونا۔ (8) یا ایک جماعت جس کا عدد حدِ تواتر کو پہنچے اور اُن میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے کذب و بطلان پر گواہی مستند اِلی الحسن دے۔ (9) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اُس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں۔ (10) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اُس پر وعید و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اُس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلامِ معجز نظامِ نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس ۱۰ صورتیں تو صریح ظہور و وضوحِ وضع ہیں۔ (11) یا یوں حکمِ وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہٖ الفاظِ کریمہ حضور ﷺ ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔ (12) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیتِ کرام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اُس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے لحمک لحمی ودمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت تیرا خون میرا خون) (13) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیثِ سبق میں زیادتِ جناح اور حدیثِ ذمِ معلمینِ اَطفال۔ (14) یا تمام کتب و تصانیفِ اِسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اُسکا کہیں پتا بھی نہ چلے یہ صرف اَجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے محروم ومعدوم۔ (15) یا راوی خود اِقرارِ وضع کر دے خواہ صراحتا، خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلۂ اِقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعوٰی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخِ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اُس سے سننا معقول نہ ہو۔ یہ پندرہ 15 باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ اِن سطور کے سِوا نہ ملیں۔[55]

ضعیف اَحادیث:

مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں: "اَلاحادُ لاتفیدُ الاِعتمادَ فی الاِعتقادِ" (احادیث اَحاد در بارہ اعتقاد نا قابل اعتماد) در بارۂ احکام کافی نہیں،

دوسرا درجہ اَحکام کا ہے کہ اُن کیلئے اگرچہ اُتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا کم سے کم صحیح لغیرہ ہونا چاہئیے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل و مناقب میں بالاتفاق علماء ضعیف حدیث مقبول وکافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے یہاں بالاِتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ اُنہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو اُن کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کرکے اُسے پایۂ قبولیت سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشئ، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے۔[56]

(**نوٹ:** فضائل میں ضعیف حدیث صحیح حدیث کی ناسخ بن سکتی ہے، حدیث احیاء ابوین ضعیف ہونے کے باوجود صحیح حدیثوں کی ناسخ ہے اس کو کئی محدثین نے قبول کیا ہے۔ اسی طرح اگر ایک ضعیف حدیث کی مؤید دوسری ضعیف حدیث ہو تو وہ حدیثِ ضعیف ضعف کے اُس درجہ سے ترقی پالیتی ہے، مطلق ضعف کے لیے یا تو ایک مؤید کافی ہوگا یا متعدد کی ضرورت ہوگی)

امام احمد رضا خانؒ ایک عظیم نعمت:

عِلم حدیث سے متعلق امام احمد رضا خانؒ کے عمدہ اَفکار اور تحقیقی کارنامے، ہزاروں صفحات پر پھیلے ہُوئے ہیں، یہ وہ کارنامے ہیں جو آبِ زر سے لکھے جانے والے ہیں۔ فنِ علمِ حدیث کی روشنی میں اِمام احمد رضا خانؒ نے اپنی مایہ ناز تصانیف میں افادات اور اُن کے فوائد کو بڑے عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے۔ آپؒ کی ایک عظیم تحریر اَلھادُ الکاف فی حکمِ الضعاف ایسی عبارتوں سے متعلق گفتگو پر مشتمل ہے جن کو محدثین کرام حدیثِ ضعیف کے بارے میں استعمال کرتے ہیں۔ اِس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، صاحبِ کتاب ان عبارات کی عمدہ طریقے سے تحلیل اور اُن کی مراد بیان کرتے ہیں، مثلاً آپ کلمہ لایصحّ کی توضیح و تحلیل دیکھ سکتے ہیں جسے محدثین کرام عموماً اِستعمال کرتے ہیں۔ لَایصحّ سے عموماً قارئین یہ معنٰی مراد لے سکتے ہیں کہ شاید اس کا مطلب یہ ہے حدیثِ ضعیف ہے حالانکہ یقینی طور پر محدثین

کی مراد یہ نہیں ہوتی؛ کیونکہ یہ عبارت صحیح کے علاوہ حسن لذاتہ، حسن لغیرہ اور ضعیف کی دونوں قسموں کو شامل ہے، لہٰذا احدیث کے متعلق صحت کی نفی سے حدیث کے حسن یا خفیف ضعیف کی نفی کو مستلزم نہیں۔[57]

مصطلح حدیث کے قضایا کے متعلق امام احمد رضا خانؒ صرف محدثین کی آراء کے بارے میں محض ناقل نہیں بلکہ آپؒ آراء کے درمیان موازنہ کرتے ہیں اور ایسا موازنہ کہ جس کے ذریعے سے قاری کو پتہ چلے گا کہ آپؒ قواعدِ محدثین کو سمجھنے میں دقتِ نظر رکھتے ہیں بلکہ قواعدِ مضمون اور اُس کے سیاق و سباق کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ اپنی اس سمجھ کو سابقین اہلِ فن کی سمجھ و فہم سے توثیق بھی کرتے ہیں۔ فنِ حدیث میں امام احمد رضا خانؒ نے جب قلم اٹھایا تو حسبِ ذیل کتب کے علاوہ دیگر کتب اَرقام فرمائیں، جن کی کل تعداد تیس 30 سے بھی زیادہ ہیں۔

1۔الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذہبی 1313ھ

2۔حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین 1313ھ

3۔اکمل البحث علیٰ اھل الحدیث 1321ھ

4۔مدارج طبقات الحدیث 1313ھ

5۔الھا د الکاف فی حکم الضعا ف 1313ھ

6۔الروض البہیج فی آدابِ التخریج 1299ھ

7۔النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب 1296ھ

8۔منیر العین فی حکم تقبیل الا بہا مین 1313ھ

9۔النھی الا کید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید 1305ھ

10۔الا فا ضا ت الرضویہ فی ا صو ل الحدیث،[58]

فنِ علمِ حدیث میں کمال مہارت:

اعلیٰ حضرتؒ کی فنِ اصولِ تخریج سے واقفیت اور مہارت کا اندازہ آپ اس بات سے لگاسکتے ہیں کی علامہ ابنِ عابدین شامیؒ (وفات 1252ھ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب رد المحتار کے بابُ لاذان میں ایک حدیث پاک ذکر فرمائی اور اس کے بعد فرمایا: قد اخرج السیوطی یعنی اس حدیث پاک کی تخریج امام جلال الدین سیوطیؒ نے فرمائی۔ اعلیٰ حضرتؒ نے اس پر تنبیہ کرتے ہُوئے "جد الممتار علیٰ رد المحتار" میں فرمایا: لفظ اَخرَجَ غیر محل میں ہے کیونکہ یہ محدثین کے ہاں روایت کے معنیٰ میں ہے جس کے ساتھ سند ہوتی ہے۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ امام جلال الدین سیوطیؒ سند کے ساتھ روایت ذکر نہیں کرتے لہٰذا اَولیٰ یہی تھا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اَخرَجَ کی جگہ نَقَلَ یا ذَکَرَ یا اَورَدَ یا اِس سے ملتے جُلتے الفاظ ذکر کرتے۔[59]

کتابوں اور ان کے مصنفین ومؤلفین کے بارے میں آگاہی:

تخریج اور فن اصولِ تخریج سے آگاہی رکھنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کتابوں اور ان کے حوالوں، مصنفین اور مؤلفین کے بارے میں مکمل آگاہی رکھے تاکہ حوالہ دینے میں غلطی نہ کر بیٹھے۔ اس میدان میں بھی اعلیحضرتؒ اپنی مثال آپ تھے۔ چنانچہ امام طحاویؒ درِ مختار کے حاشیہ میں حضرت عبدُ اللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ بزار اور طیالسی نے بھی اسے روایت اور طبرانی نے بھی حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن مسعودؓ کے ذکر میں اسے بیان کیا، یہ بات المقاصد الحسنہ میں ہے۔ اس حاشیہ پر اعلیٰ حضرتؒ کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: علامہ شامیؒ نے بھی رد المحتار میں اسی طرح المقاصد الحسنہ کے حوالے سے بلاتبصرہ نقل فرمایا حالانکہ حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم کی تصنیف ہے، حافظ ابو قاسم سلیمان طبرانی اس کے مؤلف نہیں ہیں۔[60]

حوالہ جات کے رموز اور اشارات سے واقفیت:

اس حوالے سے بھی امام احمد رضا خاںؒ بے مثال ہیں۔ صاحب قنیہ ایک مسئلہ ذکر کرتے ہوئے کص، مت، قع کے حوالے دیتے ہیں، اعلیٰ حضرتؒ ان رموز کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کص سے مراد رکن الائمہ صباغی ہیں، مت سے مراد مجد الائمہ ترجمانی ہیں اور قع سے مراد قاضی عبد الجبار ہیں۔[61]

مدارجِ کتب سے واقفیت:

فن اصولِ تخریج سے واقفیت رکھنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مدارج کتب کو جانتا ہو یعنی یہ جانتا ہو کہ فلاں کتاب کس درجہ کی ہے اور اس کا کیا مرتبہ ہے۔ کتب فقہ میں ہے تو کیا وہ متن ہے، شرح ہے یا فتاویٰ میں سے ہے اور کتب حدیث میں سے ہے تو کیا وہ صحاح میں سے ہے یا سنن میں سے یا پھر مسانید وغیرہ میں سے ہے۔ اِن میں سے پہلے کسے فوقیت حاصل ہے اور پھر کسے۔ اعلیٰ حضرتؒ اس حوالے سے بھی اپنی الگ پہچان رکھتے ہیں چنانچہ آپؒ خود فرماتے ہیں: میرے نزدیک فقہ میں (کتبِ) متون، شرح اور فتاویٰ کا حال وہی ہے جو حدیث میں (کتبِ) صحاح، سنن اور مسانید کا حال ہے، ساتھ یہ بھی بیان فرمایا کہ متون کی کون سی کتب شامل ہیں اور کون سی نہیں، کن کتب کا درجہ شرح کا ہے اور کن کا فتاویٰ کا۔ کون سی کتب ضعیف ہیں اور کون سی مستند، صحاح میں کون سی کتب شامل ہیں اور کون سی نہیں اور اسی طریقے سے

کتبِ سنن اور مسانید کا تذکرہ فرمایا۔ اتنا کچھ ذکر کرنے کے بعد بھی اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں: اس سے متعلق پوری بحث کا جسے شوق ہو وہ میرا رسالہ مدارج طبقات ُالحدیث ملاحظہ کرے۔[62]

امام احمد رضا کا اِستحضارِ علمی:

امام احمد رضا خانؒ نے جس موضوع پر بھی قلم اُٹھایا احادیث کا وافر ذخیرہ اُمتِ مسلمہ کو عطا فرمایا، تحقیق کے دریا بہا دئے۔ فتاویٰ رضویہ اور اس کے علاوہ بہت سے رسائل و تصانیف میں احادیث کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے، فنِ حدیث میں آپؒ نے درج ذیل طرق سے اَحادیث کو اپنی تصانیف میں وارد فرمایا ہے۔

1۔ کسی ایک موضوع سے متعلق احادیث

2۔ حوالوں کی کثرت

3۔ اِصطلاحاتِ حدیث کی تحقیق و تنقیح

4۔ راویانِ حدیث پر جرح و تعدیل

5۔ روایات میں تطبیق

6۔ اَحادیث اور اَقسامِ اَحادیث کی وضاحت

7۔ فقہ الحدیث کا بیان

8۔ تنوّعِ اِستدلال

خلاصۂ کلام:

امام احمد رضا خانؒ نے ہر حیثیت سے اُصولی بحث فرمائی ہے اور حقِ تحقیق ادا کر دیا ہے۔ راوی کی جہالت سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے اور مجہول کی کتنی قسمیں ہیں۔ پھر ہر ایک کے جداگانہ احکام اور ہر حکم و اثر کی متعلقہ کتب سے تحقیقِ انیق، نیز حدیث منقطع کی وضاحت میں علماء اعلام کے اقوال سے تائید، مضطرب، منکر اور مدرج کا مقام و حیثیت، راوی کے مبہم ہونے کا اثر، اسبابِ طعن کی تعداد و شمار اور اُن میں سببِ غفلت کی حیثیت، متروک راوی کا مقام، یہ تمام باتیں نہایت تحقیق سے بیان فرمائیں، جنکا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث ان میں سے کسی وجہ کے سبب موضوع نہیں ہوتی۔ پھر آپ نے اُن پندرہ وجوہ کی نشاندہی فرمائی جن کے سبب حدیث موضوع ہو جاتی ہے، بیان ایسا جامع کہ دوسری کتب میں اُس کی نظیر نہ ملے۔

اِن قواعد کے بعد موضوع حدیث کو پرکھنے کے تین فائدے بتائے اور ثابت فرمایا کہ اگرچہ کوئی محدث کسی حدیث کو موضوع کہہ دے، تب بھی ضروری نہیں کہ اُس کا مضمون بھی وضع کردہ ہو۔ اِن اَبحاث کے علاوہ آپؒ کی ایسی مایہ ناز تصانیف ہیں جن کی ایک ایک سطر کئی قواعد و ضوابط اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں، خصوصا آپؒ کے رسائل

"الھاد الکاف فی حکم الضعاف "1313ھ " اور منیر العین فی حکم تقبیل الا بہامین" 1313ھ کے مطالعہ سے بے شمار کتب حدیث واُصولِ حدیث کی ورق گردانی سے نجات مل جاتی ہے۔ اول الذکر رسالہ میں بے شمار احادیث کی تحقیق کی ہے کہ کون کونسی احادیث ضعیف ہیں اور کس مقام پر ان کا استدلال جائز ہے اور کس مقام پر جائز نہیں۔ یہ کتاب تصنیف فرما کر آپ نے اساتذۂ حدیث کو صدہا کتبِ احادیث کی ورق گردانی سے نجات دلائی اور بے شمار اُصول و ضوابطِ حدیث سمجھائے۔ مؤخر الذکر رسالہ میں امام صاحب نے تین فوائد تحریر فرمائے اور ہر فائدہ و ضابطہ میں اُصولِ حدیث کی بڑی مبسوط کتب کا خلاصہ کر کے علوم وفنون کے دریا کوزے میں بند کر دیئے، اور ایسے لاینحل اور پیچیدہ مسائل حل فرمائے کہ بڑے بڑے علماء مدت العمر کتابوں کی ورق گردانی کرنے کے باوجود بھی انہیں نہیں سمجھ سکتے۔

فنِ علومِ حدیث کی روشنی میں اگر امام احمد رضا خانؒ فاضلِ بریلوی کے فہمِ حدیث، حدیث دانی اور منہج کو منصفانہ طور پر پڑھا اور سمجھا جائے تو یہ بات بالکل روزِ روشن کیطرح واضح ہو جائے گی کہ امام احمد رضا خاںؒ علم و فن کا بحرِ زخار ہیں۔ امام احمد رضا خانؒ نے آئمہ متقدمین کی بہت سی کتبِ احادیث، اُصولِ حدیث، اور کتبِ اَسماءُ الرجال پر حواشی ارقام فرما کر علمِ حدیث کی نمایاں خدمات سر انجام دینے میں اہم کردار ادا فرمایا ہے۔

حوالہ جات

[1] بریلوی، اِمام اَحمد رَضا خان، اَلعطا یَا النبوِیہ فِی الفتا وَی الرِّ ضوِ یہ، نا شر رضا فا ؤنڈیشن، مطبع یوسف عمر پرنٹر ز، مطبوعہ لاہور، ۱۴۱۴ھ۔ ج۵، ص440۔441۔421

[2] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5، ص441۔442

[3] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5۔ ص442۔443

[4] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5، ص338۔339

[5] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5، ص448۔449

[6] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5، ص450۔451

[7] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5، ص453۔454

[8] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5، ص455۔456

[9] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5، ص468۔469

[10] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5، ص472۔473

[11] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5، ص475۔476

[12] اَلعطایَاالنبوِیہ فِی الفتاوَی الرِّضوِیہ ج5، ص475۔476

[13] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص494

[14] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ، ج5، ص621۔622

[15] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص641۔642

[16] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص443

[17] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج۵، ص455

[18] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص184۔185

[19] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص207

[20] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص292

[21] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص303

[22] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص436

[23] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص176

[24] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص437

[25] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص439

[26] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص440

[27] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص494

[28] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص501

[29] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص511۔512

[30] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص518

[31] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص548

[32] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص548

[33] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص561

[34] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص571

[35] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص595

[36] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص600

[37] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص555

[38] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص571

[39] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص582

[40] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص612

[41] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص443

[42] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرّضویہ ج5، ص451

[43] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ ج5، ص452

[44] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ ج5، ص452-472

[45] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ ج5، ص472-437

[46] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ ج5، ص477

[47] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ ج5، ص546

[48] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ ج1، ص192-197

[49] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ ج5، ص353

[50] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ ج5، ص454

[51] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ ج5، ص443-444

[52] بریلوی، اِمام اَحمد رَضا خان، اَلعطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ، ناشر رضا فاؤنڈیشن، مطبوعہ لاہور، ۱۴۲۷ھ-2006، ج1، ص240

[53] بریلوی، اِمام اَحمد رَضا خان، اَلعطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ، ناشر رضا فاؤنڈیشن، مطبوعہ لاہور، ۱۴۲۷ھ-2006، ج1، ص241

[54] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ، ج5، ص440-441

[55] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ، ج5، ص61-62-63

[56] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ، ج5، ص477

[57] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرّضویہ ج5، ص442-443-460

[58] رضوی، مولانا محمد حنیف خاں، جامع الاحادیث، ناشر مرکز اہلسنت برکات رضا، مطبوعہ آنند وہار بریلی انڈیا، ج1، ص35-36

[59] قادری، اِمام اَحمد رضا الحنفی، جدُ الممتار علیٰ ردِّ المحتار، ناشر مکتبۃ المدینہ، مطبوعہ کراچی، 1434ھ 2013ء، ج3، ص72

[60] ہزاروی، علامہ محمد صدیق، تعلیقاتِ رضا، ناشر کرمانوالہ بک شاپ، مطبوعہ لاہور، 2007، ص162

[61] قادری، اِمام اَحمد رضا الحنفی، جدُ الممتار علیٰ ردِّ المحتار، ناشر مکتبۃ المدینہ، مطبوعہ کراچی، 1434ھ 2013ء، ج3، ص53

[62] فتاویٰ رضویہ، ج4، ص208 تا 211